ISLAMIC MEDICAL LEARNERS ASSOCIATION

علاج معالجہ کی شرعی حیثیت

مرتب کردہ

ISLAMIC MEDICAL LEARNERS ASSOCIATION

www.imlaglobal.org

www.facebook.com/imlaglobal

imlaglobal@gmail.com

0300-2090718

Reviewed By
"ISMA" (Ikhlas Shariah Medical Advisory) A Project Of
Darulifta Al-Ikhlas, Karachi.

Contents

علاج معالجہ شرعًا جائز ہے 4
علاج کا فقہی درجہ 4
علاج افضل اور مستحب ہے 5
علاج معالجہ کے افضل اور مستحب ہونے کے دلائل 5
دلیل (۱) 5
دلیل (۲) 8
دلیل (۳) 9
کیا ترک علاج افضل ہے 13
(۱) پہلی حدیث 13
(۲) دوسری حدیث: 14
(۳) تیسری حدیث: 14
(۴) چوتھی حدیث: 15
(۵)پانچویں حدیث : 15
راجح موقف 16
پہلی دلیل کا جواب : 16
دوسری دلیل کا جواب 19
تیسری دلیل کا جواب 20
چوتھی دلیل کا جواب 20
پانچویں دلیل کا جواب 21
ترک اسباب توکل سے متعلق ایک اہم نکتہ 21
اہم نکتہ 24
علاج معالجہ واجب نہیں 24
دلیل (۱) 25

جواب 25
دلیل (۲) 25
جواب : 26
دلیل (۳) 27
جواب : 28
علاج معالجہ واجب ہے 28
دلیل (۱) 28
دلیل (۲) 29
دلیل (۳) 29
دلیل (۴) 30
دلیل (٦) 31
ترجیح 31
علاج معالجہ کی وہ صورتیں جن کا حکم طے ہے : 31
واجب 31
سنت 33
جائز 33
مکروہ : 34
علاج کی ایسی صورتیں جن کا حکم معالج اور مفتی کی رائے پر موقوف ہے 35

علاج معالجہ کا شرعی حکم

علاج معالجہ انسان کی بنیادی ضروریات میں سے ہے، اور جس طرح زندگی کے ہر معاملہ میں شریعت کی جانب سے اصولی رہنمائی موجود ہے، اسی طرح بیماری اور علاج معالجہ کے متعلق بھی مختلف پہلوؤں کے اعتبار سے رہنمائی موجود ہے،ان پہلوؤں میں سے ایک پہلو یہ بھی ہے کہ یہ دیکھا جائے کہ علاج معالجہ کا شریعت میں کیا حکم ہے،چنانچہ اس سلسلہ میں تفصیل درج ذیل ہے:

علاج معالجہ شرعاً جائز ہے

اس بات پر تقریباً تمام فقہاء کرام کا اتفاق ہے کہ علاج معالجہ شرعًا جائز ہے[1]، چنانچہ قرآن پاک میں شہد کے بارے میں فرمایا ہے:

﴿ فِيهِ شِفَاءٌ لِّلنَّاسِ ﴾ النحل: ٦٩

"جس میں لوگوں کے لیے شفاء ہے"

یہ آیت واضح طور پر دلالت کررہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے شہد میں شفاء رکھی ہے، اور انسان اس کا استعمال شفاء کے حصول کے لیے کرسکتا ہے، اگر علاج معالجہ ناجائز ہوتا، تو اللہ تعالیٰ نے شہد میں جو شفاء کی نعمت رکھی ہے اس کا ذکر نہ فرماتے۔[2]

اس کے علاوہ وہ تمام احادیث جن میں آپ ﷺ نے خود بھی علاج کو اختیار فرمایا اور دوسروں کو بھی علاج کروانے کا فرمایا ہے، وہ بھی شرعاً علاج کے جواز کو ثابت کرتی ہیں۔

علاج کا فقہی درجہ

البتہ یہاں ایک اہم سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ علاج معالجہ جائز تو ہے، لیکن جائز ہونے کے بعد فقہی لحاظ سے اس کا کیا درجہ ہے؟ آیا علاج معالجہ واجب اور ضروری ہے؟ اسی طرح علاج کرنا افضل اور سنت ہے یا علاج نہ کرنا افضل اور سنت ہے؟ تو اس کے متعلق اکثر حضرات کی رائے یہی ہے کہ علاج کرنا آپ ﷺ کی سنت مبارکہ سے ثابت ہونے کی وجہ سے افضل بھی ہے، اور شرعًا مستحب بھی ہے۔

---

(١) وعلى إباحة التداوي والاسترقاء جمهور العلماء.(التمهيد لما في الموطأ من المعاني والأسانيد، 5/ 279)

(٢) (فيه شفاء للناس) دليل على جواز التعالج بشرب الدواء وغير ذلك.(تفسير القرطبي، 10/ 138)

علاج افضل اور مستحب ہے

ایک مؤقف یہ ہے کہ علاج معالجہ نہ صرف جائز بلکہ مطلوب بھی ہے، اور اس کا اختیار کرنا مسنون اورافضل ہے، اس پر تین طرح کی دلیلوں سے استدلال کیا گیا ہے، جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

علاج معالجہ کے افضل اور مستحب ہونے کے دلائل

دلیل (۱)

اس مؤقف کی پہلی دلیل اُن مختلف اسلامی تعلیمات کا مجموعہ ہے، جن میں جسمانی صحت کا خیال رکھنے کی ترغیب دی گئی ہے، تفصیل اس کی یہ ہے کہ اللہ رب العزت نے انسان کو روح اور جسم دونوں کا مجموعہ بنایا ہے، اور شریعت میں روح اور جسم دونوں کی صحت مطلوب ہے، اسلام میں جہاں روحانی صحت کے حصول کے لیے عبادات، اذکار اور دعائیں مقرر کی گئی ہیں، وہیں جسمانی صحت کے حصول کا بھی اہتمام کیا گیا ہے، چنانچہ وہ اسلامی تعلیمات جن میں جسمانی صحت کا خیال رکھا گیا ہے، خواہ وہ اصالۃً ہو یا تبعًا، اس کی بہت ساری مثالیں اور دلائل شریعت میں موجود ہیں، ذیل میں ان کی کچھ تفصیل ذکر کی جاتی ہے:

1. اسلامی تعلیمات میں جسمانی صحت مطلوب ہونے کی سب سے اہم مثال جسمانی طہارت ہے، جس میں وضو، غسل، کپڑے، بدن اور جگہ کی پاکی اور استنجا وغیرہ شامل ہیں، اور قرآن کریم میں جسمانی طہارت کی نہ صرف تعلیم دی گئی ہے، بلکہ اسے پسند بھی کیا گیا ہے، چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَ یُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِیْنَ﴾ البقرۃ: ۲۲۲

بے شک اللہ ان لوگوں کو پسند کرتا ہے جو اُس کی طرف کثرت سے رُجوع کریں، اور اُن سے محبت کرتا ہے جو خوب پاک صاف رہیں۔

2. طہارت کے ساتھ ساتھ اسلام میں نظافت کی بھی تعلیم دی گئی ہے، چنانچہ حدیث میں ہے:

(النظافة تدعوا الی الایمان)(3)

"صفائی ستھرائی ایمان کے قریب کرتی ہے۔"

---

(3) المعجم الاوسط للطبرانی:(215/7)ط:دارالحرمین،قاھرة

ایک اور حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نہایت صاف ستھرا ہے، اور صفائی ستھرائی کو پسند کرتا ہے۔[4] اس طرح جمعہ کا غسل کرنا، مسواک کا اہتمام کرنا، بالوں کی صفائی ستھرائی کا اہتمام، ناخنوں اور غیر ضروری بالوں کا تراشنا راستہ کی صفائی، راستہ میں ٹھہرے ہوئے پانی اور سایہ دار جگہوں میں قضائے حاجت سے منع کرنا وغیرہ، یہ ساری چیزیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ اسلام میں نظافت پسندیدہ ہے۔

3. طہارت و نظافت کے بعد جسمانی صحت سے متعلق تیسری چیز جس کے بارے میں اسلام میں تعلیم دی گئی ہے وہ جسم کی Fitness ہے، جس میں جسم کا تندرست اور مضبوط ہونا ، چاق و چوبند ہونا، طاقتور ہونا، صبح سویرے اٹھنا، سستی اور کاہلی سے رُکنا، مختلف ورزشوں جیسے: تیراکی، تیر اندازی، گھڑسواری اور دوڑنے کی ترغیب شامل ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے چاق و چوبند اور طاقتور مؤمن کی تعریف فرمائی ہے:

الْمُؤْمِنُ الْقَوِيُّ، خَيْرٌ وَأَحَبُّ إِلَى اللهِ مِنَ الْمُؤْمِنِ الضَّعِيفِ(صحيح مسلم (2052/4)

ترجمہ: طاقتور مومن اللہ کے نزدیک کمزور مومن کی بنسبت بہتر اور زیادہ محبوب ہے۔

اسی طرح آپ ﷺ نے سستی، کاہلی اور عاجزی سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگی ہے، جیسا کہ حدیث میں ہے:

"اللهم إني أعوذ بك من العجز والكسل، والجبن والهرم"(صحيح البخاري (23 /4)

ترجمہ: اے اللہ! میں عاجز ہونے، سستی، بزدلی، بڑھاپے اور بخل سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

4. اس کے علاوہ جسمانی صحت کی بہتری کے لیے اچھی، پاکیزہ اور صحتمند غذا استعمال کرنے کی تعلیم بھی دی گئی ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

---

(4)سنن الترمذي ت بشار4/ 409،ط:دار الغرب الإسلامي.
عَنْ صَالِحِ بْنِ أَبِي حَسَّانَ، قَالَ: سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ، يَقُولُ: إِنَّ اللَّهَ طَيِّبٌ يُحِبُّ الطَّيِّبَ، نَظِيفٌ يُحِبُّ النَّظَافَةَ.....الخ

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِن طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ﴾ البقرة: ١٧٢ (5)

ترجمہ: اے ایمان والو! اے ایمان والو! جو پاکیزہ چیزیں ہم نے تمہیں رزق کے طور پر عطاء کی ہیں، ان میں سے (جو چاہو) کھاؤ۔

نیز اس سلسلہ میں اعتدال کی تعلیم بھی دی گئی ہے کہ غذا جسم کی ضرورت کے مطابق ہی لی جائے، اور جسم کو جیسی غذا کی ضرورت ہو، اس کو ویسی ہی غذا دی جائے، چنانچہ غذا کی nutrition کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس کو استعمال کرنا بھی اس میں شامل ہے، چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَكُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا ۚ﴾ الأعراف: 31

کھاؤ اور پیو، اور فضول خرچی مت کرو۔

اس آیت کی ایک تفسیر کے مطابق ضرورت اور حاجت سے زیادہ کھانا بھی اسراف میں داخل ہے، بلکہ بعض اطباء کا کہنا ہے کہ پوری طب کا خلاصہ اس آیت میں جمع ہے۔ (6)

5. شریعت میں ان تمام امور سے منع کیا گیا ہے، جو کسی بھی درجہ میں انسانی ضرورت اور صحت کے خلاف ہیں، جیسے زیادہ بھوکا رہنا، راتوں کو مستقل جاگنا، اور نکاح نہ کرنا، چنانچہ حدیثِ مبارک میں ہے:

أنا أعلمكم بالله وأتقاكم له، ولكني أقوم وأنام، وأصوم وأفطر، وأتزوج النساء، فمن رغب عن سنتي فليس مني (بخاری)

ترجمہ: میں اللہ کے بارے میں تم سب سے زیادہ علم رکھتا ہوں اور سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں، لیکن میں راتوں کو جاگتا بھی ہوں اور سوتا بھی ہوں، روزہ رکھتا

---

(5) طیب میں درجِ صورتیں شامل ہیں: 1 المستلذ (حلال مرغوب)۔ 2 المستطاب (صاف ستھرا)۔ 3 طاهراً من كل شبهة (سوفیصد)۔ 4 طيباً بالطبع (طبعیت کے موافق)۔ 5 غَيْرَ ضَارٍّ لِلْأَبْدَانِ وَلَا لِلْعُقُولِ (جسم اور عقل کیلئے نقصان دہ نہ ہو)۔ 6 ألاَّ يكون متعلِّقاً به حقُّ الغير (کسی دوسرے کا حق مار کر نہ حاصل کی گئی ہو)

(6) ففى تفسير ابن جزي: (1/ 287، ط: الأولى، 1416هـ، شركة دار الأرقم بيروت)

ولا تسرفوا أي لا تكثروا من الأكل فوق الحاجة، وقال الأطباء: إن الطب كله مجموع في هذه الآية.

وفي تفسير القرطبي: (7/ 191، الطبعة الثانية، 1384هـ، دارالكتب المصرية، قاهرة)

قال ابن عباس: أحل الله في هذه الآية الأكل والشرب ما لم يكن سرفا أو مخيلة. فأما ما تدعو الحاجة إليه، وهو ما سد الجوعة وسكن الظمأ، فمندوب إليه عقلا وشرعا، لما فيه من حفظ النفس وحراسة الحواس، ولذلك ورد الشرع بالنهي عن الوصال، لأنه يضعف الجسد ويميت النفس، ويضعف عن العبادة، وذلك يمنع منه الشرع وتدفعه العقل. وليس لمن منع نفسه قدر الحاجة حظ من بر ولا نصيب من زهد، لأن ما حرمها من فعل الطاعة بالعجز والضعف أكثر ثوابا وأعظم أجرا.

بھی ہوں اور چھوڑتا بھی ہوں اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں، لہذا جس نے میری
سنت سے اعراض کیا، وہ میرا متبع نہیں ہے۔

نیز ایسی تمام غذاؤں کو بھی ممنوع قرار دیا گیا ہے جو انسانی جسم کے لیے نقصان دہ ہیں، جیسے وہ تمام مشروبات اور غذائیں جو نشہ آور یا زہریلی ہیں۔ اسی طرح اگر کوئی حلال چیز کھانا کسی انسان کے لیے نقصان دہ ہو تو اس کو بھی فقہاء نے ممنوع قرار دیا ہے۔(7)

6. شریعت میں بہت سی ایسی مثالیں موجود ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں جسمانی صحت کی رعایت کی گئی ہے، اس کی ایک اہم مثال فرائض اور عبادات میں رخصت دینا ہے، کہ جسم کی راحت اور صحت کی خاطر بہت سی عبادات میں رخصت دی گئی ہے، جیسے سفر میں نماز کا کم ہو جانا، مختلف اعذار کی بنیاد پر روزہ نہ رکھنا، مریض کا بیٹھ کر یا اشارہ سے نماز پڑھنا، حائضہ خواتین کے لیے نمازوں کا معاف ہو جانا وغیرہ شامل ہیں۔

مذکورہ تمام تعلیمات سے معلوم ہوا کہ اسلام کے مقاصد میں ایک مقصد صحت مند اور تندرست معاشرہ کا قیام بھی ہے، اور اسلام جس طرح انسانیت کو روحانی غذا اور روحانی صحت کی تعلیم دیتا ہے، اسی طرح بدنی صحت کی بھی تعلیم دیتا ہے۔

(ماخذ: فتاویٰ معاصرۃ للشیخ یوسف قرضاوی۔ مجلۃ مجمع الفقہ الاسلامی، المجلد السابع، حکم التداوی فی الاسلام بتغیر و اضافہ)

دلیل(۲)

علاج معالجہ کے افضل اور شرعاً مطلوب ہونے کی ایک اہم دلیل آپ ﷺ کا حالتِ صحت میں غذاؤں میں طِبّی اصولوں کو ملحوظ رکھنا ہے، جیسا کہ علامہ ذہبی رحمۃ اللہ نے اپنی کتاب **"الطب النبوی"** میں ذکر کیا ہے کہ آپ ﷺ کا کھجور کو ککڑی کے ساتھ استعمال فرمانا، کم کھانا، گرم تاثیر والی چیز کے ساتھ سرد تاثیر والی غذا کا تناول فرمانا، نبیذ پینا، سرمہ لگانا، حجامہ کروانا، سخت گرمی میں ظہر کی نماز کو مؤخّر کر دینا

---

(7) في المحيط البرهاني (5/ 353):

أكل الطين مكروه هكذا في فتاوى أبي الليث رحمه الله، وذكر شمس الأئمة الحلواني في شرح....: أنه إذا كان يخاف على نفسه أنه لو أكله أورثه ذلك علة أو آفة؛ لا يباح له التناول، وكذلك هذا في كل شيء سوى الطين، وإن كان يتناول منه قليلا.

وغیرہ، در حقیقت صحت کی تدابیر کا ہی ایک حصہ ہیں، اور ان تمام باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ اپنی صحت کا بھی خیال فرماتے تھے، تاکہ بیماری سے محفوظ رہیں۔[8]

دلیل (۳)

علاج معالجہ کے افضل اور شرعاً مطلوب ہونے کی ایک واضح دلیل وہ تمام احادیث ہیں، جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کی سنتِ مبارک یہی تھی کہ آپ ﷺ نے اپنے لیے اور دوسروں کے لیے علاج کو اختیار فرمایا، اور اس کا حکم بھی دیا، قطع نظر اس کے کہ یہ حکم مستحب کے درجہ میں تھا یا وجوب کے درجہ میں تھا۔ ذیل میں بطورِ مثال کچھ احادیث ذکر کی جارہی ہیں:

(۱)عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: ما أنزل الله من داء إلا أنزل له دواء.(مسندالبزار، مستدرک حاکم)

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے کوئی بیماری ایسی پیدا نہیں کی، جس کیلئے شفا نہ اتاری ہو۔(بزار، حاکم)

(۲)لکل داء دواء فإذا أصيب دواء الداء برأ بإذن الله تعالى (مسلم،کتاب الطب

ترجمہ: ہر بیماری کی دوا موجود ہے جب دوا مرض کے موافق ہو جائے، تو اللہ کے حکم سے وہ بیماری دور ہو جاتی ہے۔

(۳).عن أبي خزامة، عن أبيه قال: سألت رسول الله صلى الله عليه وسلم فقلت: يا رسول الله أرأيت رقى نسترقيها ودواء نتداوى به، وتقاة نتقيها، هل ترد من قدر الله شيئًا؟ قال: هي من قدر الله.(ترمذی، الحاکم، مسند احمد)

حضرت ابو خزامہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے اللہ کے رسول ﷺ سے دریافت فرمایا: یارسول اللہ! یہ جو ہم جھاڑ پھونک، علاج معالجہ اور بچاؤ کی تدبیریں کرتے ہیں، کیا یہ چیزیں اللہ تعالیٰ کی تقدیر کو بدل سکتی ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ چیزیں اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے ہی اپنا اثر دکھاتی ہیں۔(ترمذی، حاکم، احمد)

(۴).عن رجل من الأنصار قال: عاد رسول الله صلى الله عليه وسلم رجلاً به جرح فقال: ادعو له طبيب بني فلان، فدعوه فجاء، فقالوا: يا رسول الله ويغني الدواء شيئًا؟ فقال: ((سبحان الله! وهل أنزل الله من داء في الأرض إلا جعل له شفاء.(مسند احمد)

---

(8) الطب النبوي للذهبي (ص: 220)

ترجمہ: ایک انصاری صحابی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ایک زخمی شخص کی عیادت کی تو فرمایا کہ فلاں معالج کو بلاؤ! چنانچہ طبیب بلانے پر حاضر ہوگئے، تو لوگوں نے سوال کیا کہ یارسول اللہ! کیا دوا بھی فائدہ پہنچاتی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ سبحان اللہ (کیا تعجب کی بات کرتے ہو) اللہ تعالیٰ نے دنیا میں کوئی بیماری ایسی نہیں بنائی کہ جس کے لیے شفا نہ رکھی ہو۔(مسند احمد)

(**۵**).عن سعد، قال: مرضت مرضا أتاني رسول الله صلى الله عليه وسلم يعودني فوضع يده بين ثديي حتى وجدت بردها على فؤادي فقال: «إنك رجل مفئود، ائت الحارث بن كلدة أخا ثقيف فإنه رجل يتطبب فليأخذ سبع تمرات من عجوة المدينة فليجأهن بنواهن ثم ليلدك بهن.(سنن أبي داود،4/ 7)

ترجمہ: حضرت سعد کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ بہت سخت بیمار ہوا، تو نبی کریم ﷺ عیادت کی غرض سے میرے پاس تشریف لائے، آپ نے اس وقت میری دونوں چھاتیوں کے درمیانی یعنی سینہ پر اپنا دستِ مبارک رکھا، جس کی ٹھنڈک میں نے اپنے دل میں محسوس کی، پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم ایک ایسے شخص ہو جو دل کے درد میں مبتلا ہو، یعنی تم دل کے مریض ہو، لہٰذا تم حارث بن کلدہ کے پاس جاؤ جو قبیلہ ثقیف سے تعلق رکھتا ہے کیونکہ وہ شخص طب علاج معالجہ کرنا جانتا ہے، اس کو چاہیے کہ وہ مدینے کی سب سے اعلیٰ قسم کی کھجور عجوہ میں سے سات کھجوریں لے پھر ان کو گھٹلیوں سمیت کوٹ لے اور اس کے بعد ان کی دوا کی صورت میں تمہارے منہ میں ڈالے۔

(۶)عن أبي جمرة الضبعي، قال: كنت أجالس ابن عباس بمكة فأخذتني الحمى، فقال أبردها عنك بماء زمزم، فإن رسول الله صلى الله عليه وسلم، قال «الحمى من فيح جهنم فأبردوها بالماء أو قال بماء زمزم - شك همام).صحيح البخاري،4/ 120)

ترجمہ: ابو جمرۃ ضبعی کہتے ہیں کہ میں مکہ میں حضرت ابن عباس کی صحبت میں بیٹھتا تھا کہ مجھے بخار نے آلیا، تو انہوں نے زم زم کے پانی سے بخار کی شدت کو ٹھنڈا کرنے کا فرمایا اور (ہمیں حدیث سنائی کہ) اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ بخار جہنم کی لپیٹ میں سے ہے، لہٰذا اس کی آگ کو پانی سے ٹھنڈا کرو یا فرمایا کہ زمزم سے ٹھنڈا کرو۔(بخاری)

(٧)عن أم قيس بنت محصن، قالت: سمعت النبي صلى الله عليه وسلم يقول: " عليكم بهذا العود الهندي، فإن فيه سبعة أشفية: يستعط به من العذرة، ويلد به من ذات الجنب. (صحيح البخاري،7/ 124)

ترجمہ: حضرت ام قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ عود ہندی کو لازم پکڑو، کیونکہ اس میں سات طرح کی شفا ہیں: گلے کی تکلیف میں اسے ناک میں ٹپکایا جائے اور ذات الجنب کی تکلیف میں منہ میں ٹپکایا جائے(بخاری)

(٨) كان النبي – صلى الله عليه وسلم – ينعت الزيت والورس من ذات الجنب.(رواه الترمذي)

ترجمہ: آپ ﷺ ذات الجنب کی تکلیف کے علاج کے لیے زیتون اور ورس کی تعریف فرماتے تھے(ترمذی)

(٩)عن ابن عباس، عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: " الشفاء في ثلاثة: في شرطة محجم، أو شربة عسل، أو كية بنار، وأنا أنهى أمتي عن الكي "(صحيح البخارى)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تین چیزوں میں شفاء ہے (ا) پچھنے لگوانے میں (٢) شہد پینے میں (٣) اور آگ سے داغنے میں، لیکن میں اپنی امت کو داغنے سے منع کرتا ہوں۔

(١٠) عن أنس، قال: «رخص رسول الله صلى الله عليه وسلم في الرقية من العين، والحمة، والنملة(مسلم)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے نظرِ بد، ڈسنے اور پھوڑے پھنسیوں کے علاج کے لیے جھاڑ پھونک کی رخصت دی۔(مسلم)

(١١)هشام بن عروة قال: كان عروة يقول لعائشة: يا أمتاه، لا أعجب من فهمك ، أقول: زوجة رسول الله صلى الله عليه وسلم، وبنت أبي بكر، ولا أعجب من علمك بالشعر، وأيام الناس، أقول ابنة أبي بكر، وكان أعلم الناس أو من أعلم الناس، ولكن أعجب من علمك بالطب كيف هو؟ ومن أين هو؟ قال: فضربت على منكبه وقالت: أي عرية، " إن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يسقم عند آخر عمره، أو في آخر عمره، فكانت تقدم عليه وفود العرب من كل وجه، فتنعت له الأنعات، وكنت أعالجها له، فمن ثم"(مسند أحمد ط: الرسالة،40/ 441)

ترجمہ: ہشام بن عروہ کہتے ہیں کہ عروۃ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا کرتے تھے کہ اے ماں! مجھے آپ کی فہم و فراست سے تعجب نہیں ہوتا کیونکہ آپ زوجۂ رسول ﷺ اور بنت ابی بکر ہیں، اور نہ ہی مجھے آپ کے شعر اور تاریخ کے علم پر تعجب ہوتا ہے کہ آخر کار آپ حضرت ابو بکر کی بیٹی ہیں جو کہ صاحب علم شخص تھے، لیکن مجھے آپ کے طب سے متعلق علم پر تعجب ہوتا ہے کہ یہ کیسے اور کہاں سے آیا؟ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اے عروہ! جب آپ ﷺ آخری عمر میں بیمار ہوگئے تھے، تو ہر طرف سے عرب کے وفد ملاقات کے لیے آتے تھے تو میں ان کو بیماری کے بارے میں بتاکر علاج دریافت کرتی تھی، اور ان کے ذریعہ علاج کرتی تھی ،بس وہیں سے یہ سارا علم حاصل ہوا۔(مسند احمد)

یہ چند احادیث بطور مثال ذکر کی گئی ہیں، جن سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے مختلف مواقع پر علاج کی مختلف قسموں کو نہ صرف اپنے لیے اختیار فرمایا، بلکہ ان کا اہتمام فرمایا، اور دوسروں کو بھی علاج کی ترغیب اور حکم دیا، اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ علاج کرنا آپ ﷺ کی سنت مبارکہ ہے، لہٰذا علاج کو اختیار کرنا، ترکِ علاج سے افضل ہے۔

نیز قرآن کریم میں حضرت ایوب علیہ السلام کی بیماری کے قصہ میں بھی علاج معالجہ کو اختیار کرنے کا سبق ملتا ہے، کیونکہ جب وہ بیمار ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اس بیماری کا علاج بتلایا، اگر علاج معالجہ کرنا افضل نہ ہوتا تو اللہ جل شانہٗ اس بات پر قادر تھے کہ انہیں بغیر کسی سبب کے بطورِ معجزہ شفاء عطا فرمادیتے[9]۔

---

(9) وفي مجلة مجمع الفقه الإسلامي (4/ 155)

ففي قصة أيوب عليه السلام لما أصابه السقم وأعياه المرض فنادى ربه: {أَنِّي مَسَّنِيَ الشَّيْطَانُ بِنُصْبٍ وَعَذَابٍ} فأمره الله تعالى بما كان سبباً في شفائه، وهو القادر على أن يشفيه دون سبب.قال تعالى: {وَاذْكُرْ عَبْدَنَا أَيُّوبَ إِذْ نَادَى رَبَّهُ أَنِّي مَسَّنِيَ الشَّيْطَانُ بِنُصْبٍ وعذاب} {اركض برجلك هذا مغتسل بارد وشراب} [الآيتان 41، 42 من سورة ص] .فقد أمره جل شأنه بالركض . وهو الدفع بالرجل . فركض فنبعت عين ماء فاغتسل به، فذهب الداء من ظاهره، ثم شرب منه فذهب الداء من باطنه، وعاد أيوب عليه السلام سليماً معافى من كل داء.

کیا ترک علاج افضل ہے

بعض حضرات کی رائے اس سلسلہ میں یہ ہے کہ علاج کرنا جائز اور مباح تو ہے، البتہ علاج نہ کروانا افضل اور توکل ہے۔ یہی قول امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے بھی منقول ہے۔[10]

ان حضرات کے دلائل درجِ ذیل احادیث ہیں:

(۱) پہلی حدیث

اس حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ ﷺ کو بشارت دی گئی کہ آپ کی امت میں ستر ہزار لوگ ایسے ہونگے، جو جنت میں بلاحساب کتاب داخل ہونگے، اور ان کی تین (3) صفات بیان کی گئیں ہیں:

هم الذين لا يسترقون، ولا يتطيرون، ولا يكتوون، وعلى ربهم يتوكلون

یعنی یہ وہ لوگ ہونگے جو جھاڑ پھونک نہیں کرواتے ہونگے، اور فالِ بد نہیں نکالتے ہونگے، اور داغ نہیں لگواتے ہونگے اور اپنے رب پر توکل کرنے والے ہونگے۔[11]

ان کا استدلال اس حدیث سے اس طرح ہے کہ یہاں پر متوکلین کی صفات میں دو صفتیں یہ بیان کی گئیں کہ وہ لوگ جھاڑ پھونک نہیں کرواتے ہونگے اور داغ نہیں لگواتے ہونگے، اور یہ دونوں چیزیں علاج

---

(10) قال ابن مفلح المقدسي الحنبلى:

يباح التداوي وتركه أفضل نص عليه قال في رواية المروذي: العلاج رخصة وتركه درجة أعلى منه، وسأله إسحاق بن إبراهيم بن هانئ في الرجل يمرض يترك الأدوية أو يشربها قال: إذا توكل فتركها أحب إلي. وذكر أبو طالب في كتاب التوكل عن أحمد – رضي الله عنه – أنه قال: أحب لمن عقد التوكل وسلك هذا الطريق ترك التداوي من شرب الدواء وغيره، وقد كانت تكون به علل فلا يخبر الطبيب بها إذا سأله، وقدمه ابن تميم وابن حمدان وهو قول ابن عبد البر وحكاه عمن حكاه.(الآداب الشرعية والمنح المرعية،333/2، الطبعة الثالثة، مؤسسة الرسالة)

(11)سنن الترمذي ت بشار (4/ 211)

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: لَمَّا أُسْرِيَ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَعَلَ يَمُرُّ بِالنَّبِيِّ وَالنَّبِيَّيْنِ وَمَعَهُمُ القَوْمُ وَالنَّبِيِّ وَالنَّبِيَّيْنِ وَمَعَهُمُ الرَّهْطُ وَالنَّبِيِّ وَالنَّبِيَّيْنِ وَلَيْسَ مَعَهُمْ أَحَدٌ حَتَّى مَرَّ بِسَوَادٍ عَظِيمٍ، فَقُلْتُ: مَنْ هَذَا؟ قِيلَ: مُوسَى وَقَوْمُهُ وَلَكِنِ ارْفَعْ رَأْسَكَ فَانْظُرْ. قَالَ: فَإِذَا هُوَ سَوَادٌ عَظِيمٌ قَدْ سَدَّ الأُفُقَ مِنْ ذَا الجَانِبِ وَمِنْ ذَا الجَانِبِ، فَقِيلَ هَؤُلاَءِ أُمَّتُكَ وَسِوَى هَؤُلاَءِ مِنْ أُمَّتِكَ سَبْعُونَ أَلْفًا يَدْخُلُونَ الجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ، فَدَخَلَ وَلَمْ يَسْأَلُوهُ وَلَمْ يُفَسِّرْ لَهُمْ فَقَالُوا: نَحْنُ هُمْ، وَقَالَ قَائِلُونَ: هُمْ أَبْنَاءُ الَّذِينَ وُلِدُوا عَلَى الفِطْرَةِ وَالإِسْلاَمِ، فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: هُمُ الَّذِينَ لاَ يَكْتَوُونَ وَلاَ يَسْتَرْقُونَ وَلاَ يَتَطَيَّرُونَ وَعَلَى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ فَقَامَ عُكَّاشَةُ بْنُ مِحْصَنٍ فَقَالَ: أَنَا مِنْهُمْ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: نَعَمْ، ثُمَّ قَامَ آخَرُ فَقَالَ: أَنَا مِنْهُمْ؟ فَقَالَ: سَبَقَكَ بِهَا عُكَّاشَةُ.هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

کے قبیل سے ہیں، گویا ترکِ علاج پر ان کی تعریف کی گئی ہے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ علاج نہ کروانا توکل کا اعلیٰ درجہ ہے۔

(۲) دوسری حدیث:

حدیثِ مبارک میں ہے کہ ایک خاتون نبی کریم ﷺ کے پاس تشریف لائیں، جنہیں مرگی کی بیماری تھی، انہوں نے نبی کریم ﷺ سے بیماری ختم ہونے کی دعا کے لیے عرض کیا، تو آپ ﷺ نے اُنہیں فرمایا:

”إن شئت دعوت الله فشفاك، وإن شئت صبرت ولك الجنة. قالت: يا رسول الله أصبر.“(بخاري ومسلم)

اگر تم چاہو تو میں تمہارے لیے دعا کر دوں، اور اگر تم چاہو تو صبر کرو، اور اس کے بدلہ میں جنت پاؤ، تو انہوں نے صبر کو اختیار کیا۔

معلوم ہوا کہ بیماری پر صبر کرنا اور علاج نہ کروانا افضل ہے۔

(۳) تیسری حدیث:

تیسری وہ حدیث ہے جس میں علاج کی دو صورتوں یعنی "جھاڑ پھونک" اور "داغ لگوانے" کو توکل کے خلاف قرار دیا گیا ہے، چنانچہ حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

"جس نے داغ لگوایا یا جھاڑ پھونک کروائی تو وہ توکل سے بَری ہے۔"[12]

اسی طرح ایک اور روایت میں دم کو شرک قرار دیا ہے، چنانچہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

"بے شک دم، تعویذات اور جادو کے ٹوٹکے شرک ہیں۔"(13)

---

(12)قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : من اكتوى أو استرقى فقد برئ من التوكل.(مسندأحمد وإسناده ثقات وصححه الترمذي)

عن المغيرة بن شعبة – رضي الله عنه – عن النبي – صلى الله عليه وسلم – قال:« لَمْ يَتَوَكَّلْ مَنِ اسْتَرْقَى وَاكْتَوَى. (أخرجه الإمام أحمد:140/30، والحميدي:337/2)

(13) وعن ابن مسعود – رضي الله عنه – قال: سمعت رسول الله – صلى الله عليه وسلم – يقول:« إِنَّ الرُّقَى وَالتَّمَائِمَ وَالتِّوَلَةَ شِرْكٌ ». أخرجه الإمام أحمد:381/1، وأبو داود:3885، وابن ماجه:3660)

(۴) چوتھی حدیث:

حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کے بارے میں مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت فرمایا کہ بخار کا بدلہ کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا وہ نیکیوں میں اضافہ کرتا ہے، تو انہوں نے دعا مانگی کہ "اے اللہ میں آپ سے ایسا بخار مانگتا ہوں کہ جو مجھے آپ کے راستے میں جانے سے نہ روکے"، چنانچہ اس کے بعد پھر حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو ہمیشہ بخار رہتا تھا۔(14)

لہٰذا اگر علاج افضل ہوتا تو آپ ﷺ ان کو بیماری کی دعا نہ مانگنے دیتے یا اس پر تنبیہ فرماتے۔

(۵) پانچویں حدیث:

ترکِ علاج کے افضل ہونے پر ان بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین کے عمل سے بھی استدلال کیا جاتا ہے، جنہوں نے علاج معالجہ نہیں کیا، بلکہ مرض کو اختیار فرمایا، جیسے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کے آثار منقول ہیں کہ انہوں نے علاج سے انکار فرمایا، اور کسی نے ان پر نکیر نہیں کی کہ آپ ایک مستحب یا واجب عمل کو چھوڑ رہے ہیں۔ وہ آثار درجِ ذیل ہیں:

(۱) لوگوں نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ان کی تیمارداری کے موقع پر عرض کیا کہ آپ کے لیے معالج کو نہ بلائیں جو آپ کو دیکھ لے؟ تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا معالج تو دیکھ چکا ہے (یعنی اللہ تعالیٰ)، لوگوں نے پوچھا کہ معالج نے کیا کہا تو فرمایا کہ معالج نے کہا ہے کہ "انی فعال لما یرید (یعنی میں جو چاہتا ہوں کر گزرتا ہوں)"۔(15)

(۲) لوگوں نے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ کو کس تکلیف کی شکایت ہے؟ تو فرمایا کہ اپنے گناہوں کی، عرض کیا کہ آپ کو کس چیز کی طلب ہے؟ فرمایا کہ جنت کی، عرض کیا کہ معالج کو نہ بلالیں؟ فرمایا معالج (یعنی اللہ تعالیٰ) نے ہی مجھے یہ آزمائش دی ہے۔(16)

---

(14) (المعجم الاوسط، حلیة الاولیاء، الاحادیث المختارة)

عن سعيد الخدري رضي الله عنه أن أبي بن كعب قال : يا رسول الله ما جزاء الحمى قال : تجري الحسنات على صاحبها, فقال : اللهم إني أسألك حمى لا تمنعني خروجاً في سبيلك فلم يمس أبي قط إلا وبه الحمى.

(15) المصنف لابن أبي شيبة: (7/ 93)

أبي السفر، قال: دخل على أبي بكر ناس من إخوانه يعودونه في مرضه فقالوا: يا خليفة رسول الله صلى الله عليه وسلم , ألا ندعو لك طبيبا ينظر إليك قال: قد نظر إلي، قالوا: فماذا قال لك؟ قال: قال: إني فعال لما أريد.

(16) حلية الأولياء وطبقات الأصفياء: (1/ 218)

(۳) حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے ان کی آنکھوں کی تکلیف کی وجہ سے عرض کیا گیا کہ آپ علاج کیوں نہیں کروالیتے؟ فرمایا کہ میں ان سے مستغنی ہوں، تو عرض کیا کہ اللہ سے صحت کی دعا ہی مانگ لیں، تو فرمایا کہ میں اللہ سے اس سے اہم چیز کا سوال کرتا ہوں۔ (17)

راجح موقف

اکثر حضرات نے علاج معالجہ سے متعلق ذکر کی گئی احادیث کی بنیاد پر، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مبارکہ کی روشنی میں راجح یہی قرار دیا ہے کہ علاج کروانا افضل اور مستحب ہے، اور ترکِ علاج کو افضل قرار دینے والوں کے دلائل کا تفصیلی جواب دیا ہے، ذیل میں ان حضرات کے دلائل کے جوابات کو تفصیلاً ذکر کیا جاتا ہے:

پہلی دلیل کا جواب:

جیسا کہ شروع میں کئی احادیث اور واقعات بیان کیے گئے کہ جن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے خود علاج کرنا اور کروانے کا حکم دینا ثابت ہے، لہذا اس حدیث (هم الذين لا يسترقون... الخ) کی بنیاد پر علاج نہ کروانے کو افضل نہیں کہا جائے گا، بلکہ اس حدیث میں تاویل کی جائے گی، چنانچہ علماء نے اس حدیث کے کئی جوابات دیئے ہیں:

1) ایک جواب اس حدیث کا یہ دیا گیا ہے کہ یہاں حکم عمومی نہیں ہے، بلکہ یہ حکم زمانۂ جاہلیت کے ساتھ مخصوص ہے، کیونکہ اس وقت ان چیزوں (یعنی جھاڑ پھونک اور داغ لگوانے) کو مؤثر بالذات سمجھا جاتا تھا، اس تاویل کی تائید ان احادیث سے ہوتی ہے جن سے "رقیہ" کرنا ثابت ہے، چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ:

أن أبا الدرداء، اشتكى فدخل عليه أصحابه فقالوا: ما تشتكي يا أبا الدرداء؟ قال: «أشتكي ذنوبي» قالوا: فما تشتهي؟ قال: «أشتهي الجنة» قالوا: أفلا ندعو لك طبيبا؟ قال: هو الذي أضجعني.

(17) وفي مجموع الفتاوى لابن تيمية: (24/ 269)

ولأن خلقا من الصحابة والتابعين لم يكونوا يتداوون بل فيهم من اختار المرض. كأبي بن كعب وأبي ذر ومع هذا فلم ينكر عليهم ترك التداوي.

وفي قوت القلوب في معاملة المحبوب (2/ 36)

وقيل لأبي ذر وقد رمدت عيناه: لو داويتهما، فقال: إني عنهما لمشغول، قيل: فلو سألت الله أن يعافيك، فقال: أسأله فيما هو أهم إلي منهما.

رسول اللہ ﷺ نے انہیں نظر کا رقیہ کرنے کا حکم دیا۔(بخاری)

اسی طرح حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ان کے گھر میں ایک بچی کے چہرہ پر پیلاہٹ دیکھی تو فرمایا کہ اس کو نظر ہے اس کے لیے رقیہ کرو۔(بخاری)

اس کے علاوہ اور بھی بہت سی احادیث اور صحابہ کے آثار موجود ہیں، جن میں رقیہ کرنا ثابت ہے (18)۔

اس سے معلوم ہوا کہ دلیل میں ذکر کردہ حدیث میں اس رقیہ سے متعلق بات ہو رہی ہے جو زمانۂ جاہلیت میں رائج تھا، اور اس پر اہل عرب کا اس قدر اعتقاد تھا جو اس کو شرک کی حد تک لے جاتا تھا، اور اس کو درست کرنا کسی مجاہدہ سے کم نہیں تھا، چنانچہ اسی لیے اس پر اتنی بڑی بشارت دی گئی۔

نیز توکل کا ذکر بطور متبادل اور عقیدہ کی اصلاح کے طور پر کیا گیا ہے کہ اگر اس ناجائز رقیہ کو چھوڑنے سے یہ خیال آئے کہ اب علاج کس طرح ہوگا، تو اس کے لیے اللہ پر توکل کی تعلیم دی گئی، اور اس کی واضح دلیل صحیح مسلم کی درجِ ذیل حدیث ہے:

> حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم زمانۂ جاہلیت میں رقیہ کرتے تھے، ہم نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ آپ اس بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے مجھے فرمایا کہ اپنے رقیہ کے بارے میں پوچھ لیا کرو، کیونکہ جس رقیہ میں شرک نہ ہو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔(19)

---

(18) وعن عائشة قالت: «كان رسول الله – صلى الله عليه وسلم – إذا مرض أحد من أهله نفث عليه بالمعوذات، فلما مرض مرضه الذي مات فيه جعلت أنفث عليه وأمسحه بيد نفسه؛ لأنها أعظم بركة من يدي» (متفق عليه)

وعن عائشة قالت: «أمرني رسول الله – صلى الله عليه وسلم – أن أسترقي من العين

وعن أم سلمة: «أن رسول الله – صلى الله عليه وسلم – قال لجارية في بيتها رأى في وجهها سفعة يعني صفرة فقال: إنها نظرة استرقوا لها(متفق عليهما)وعن عمرة أن أبا بكر دخل على عائشة ويهودية ترقيني فقال ارقيها بكتاب الله. رواه مالك.

ولمزيد من التفصيل راجع الى الكتاب: الآداب الشرعية والمنح المرعية لابن مفلح المقدسى الحنبلى،338/2، ط: الثالثة، 1499هـ ،مؤسسة الرسالة

(19) صحيح مسلم، (4/ 1727)

عن عوف بن مالك الأشجعي، قال: كنا نرقي في الجاهلية فقلنا يا رسول الله كيف ترى في ذلك فقال: «اعرضوا علي رقاكم، لا بأس بالرقى ما لم يكن فيه شرك.

نیز اس حدیث میں " فال" نکالنے کا ذکر بھی کیا گیا ہے جو کہ علاج معالجہ کے قبیل سے نہیں ہے، بلکہ اس کا ذکر شرک کے وہم کی وجہ سے ہی کیا گیا ہے، اس سے بھی معلوم ہوا کہ یہاں حدیث میں علاج کو چھوڑ کر توکل کرنے کی ترغیب نہیں دی جارہی، بلکہ شرک کو چھوڑ کر اللہ پر توکل کرنے کی تعلیم دی گئی ہے۔

2) دوسرا جواب اس کا یہ دیا گیا ہے اس حدیث میں "داغنے" اور "جھاڑ پھونک" سے منع کیا گیا ہے، مطلقاً علاج سے منع نہیں کیا گیا، اور ممکن ہے کہ یہاں صرف ان دونوں طریقہ علاج کو کسی خاص وجہ سے آپ ﷺ نے منع فرمایا ہو، جس میں علاج کے دیگر طریقے شامل نہیں ہیں، اور اس تاویل کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے، کہ آپ ﷺ نے دیگر علاج معالجہ کو نہ صرف اختیار فرمایا، بلکہ اس کا حکم بھی دیا، نیز ایک موقع پر خود آپ ﷺ سے "داغنا" بھی ثابت ہے۔ (20)

خلاصہ یہ ہے کہ اس حدیث میں " مخصوص رقیہ " کرنا مراد ہے، جس سے دیگر طریقۂ علاج کی نفی نہیں ہوتی، کیونکہ عام حکم علاج کو اختیار کرنے کا ہی ہے، جیسا کہ آپ ﷺ کی سنت سے ثابت ہے۔ (21)

---

(20)مجلة مجمع الفقه الإسلامي،العدد السابع،حكم التداوی فی الاسلام،(7/ 1546)

أو يحتمل أنه صلى الله عليه وسلم قصد إلى نوع معين من الكي مكروه بدليل أن النبي صلى الله عليه وسلم كوى أبيًّا يوم الأحزاب على أكحله لما رمي.

(21)شرح النووي على مسلم(3/ 90)

اختلف العلماء في معنى هذا الحديث فقال الإمام أبو عبد الله المازري احتج بعض الناس بهذا الحديث على أن التداوي مكروه ومعظم العلماء على خلاف ذلك واحتجوا بما وقع في أحاديث كثيرة من ذكره صلى الله عليه وسلم لمنافع الأدوية والأطعمة كالحبة السوداء والقسط والصبر وغير ذلك وبأنه صلى الله عليه وسلم تداوى وبإخبار عائشة رضي الله عنها بكثرة تداويه وبما علم من الاستشفاء برقاه وبالحديث الذي فيه أن بعض الصحابة أخذوا على الرقية أجرا فإذا ثبت هذا حمل ما في الحديث على قوم يعتقدون أن الأدوية نافعة بطبعها ولا يفوضون الأمر إلى الله تعالى .... وذهب بعضهم إلى تخصيص الرقى والكي من بين أنواع الطب لمعنى وأن الطب غير قادح في التوكل إذ تطبب رسول الله صلى الله عليه وسلم والفضلاء من السلف وكل سبب مقطوع به كالأكل والشرب للغذاء والري لا يقدح في التوكل عند المتكلمين في هذا الباب ولهذا لم ينف عنهم التطبب ولهذا لم يجعلوا الاكتساب للقوت وعلى العيال قادحا في التوكل إذا لم يكن ثقته في رزقه باكتسابه وكان مفوضا في ذلك كله إلى الله تعالى والكلام في الفرق بين الطب والكي يطول وقد أباحهما النبي صلى الله عليه وسلم وأثنى عليهما لكني أذكر منه نكتة تكفي وهو أنه صلى الله عليه وسلم تطبب في نفسه وطب غيره ولم يكتو وكوى غيره ونهى في الصحيح أمته عن الكي وقال ما أحب أن أكتوي هذا آخر كلام القاضي والله أعلم.

وفي غذاء الألباب في شرح منظومة الآداب (1/ 458):

دوسری دلیل کا جواب

اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ اول تو اس حدیث کو یہاں پیش کرنا ہی درست نہیں ہے، کیونکہ اُس زمانے میں مِرگی کی بیماری لاعلاج مرض شمار ہوتی تھی، جبکہ ہماری گفتگو ایسی بیماریوں سے متعلق ہے، جن کا علاج موجود ہے، لہٰذا لاعلاج بیماری کے بارے میں اس حدیث پر عمل کرنے کی کچھ شرائط کے ساتھ اجازت ہوگی، جس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اگر اس کا یہی مطلب لے لیا جائے کہ ترکِ علاج افضل ہے، تو بھی یہ عمومی حکم نہیں ہوگا، بلکہ یہ ان صحابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خصوصیت ہوگی، اور اس پر عمل کرنے کی اجازت تین شرائط کے ساتھ ہوگی:

(۱) اس طرح کی بیماری میں مبتلا شخص کو اپنے بارے یقین ہو کہ وہ اس کو برداشت کرلے گا۔

(۲) دوسرا یہ کہ اس تکلیف کی وجہ سے کمزوری اور نقصان پہنچنے کا اندیشہ نہ ہو۔

(۳) بیماری پر صبر اور برداشت کی وجہ سے کسی کا حق متاثر نہ ہو، بلکہ اس سے معاشرہ کے افراد کو جو فوائد پہنچ رہے ہیں وہ برابر پہنچتے رہیں[22]۔

وأجاب عن قوله – صلى الله عليه وسلم – لا يكتوون ولا يسترقون بأنهم كانوا في الجاهلية يسترقي الرجل بالكلمات الخبيثة فيوهمه الراقي في ذلك وفي الكي أنهما يمنعانه من المرض أبدا فذلك الذي منع منه رسول الله – صلى الله عليه وسلم.

(22)فتح الباري:

وفي الحديث فضل من يصرع وأن الصبر على بلايا الدنيا يورث الجنة وأن الأخذ بالشدة أفضل من الأخذ بالرخصة لمن علم من نفسه الطاقة ولم يضعف عن التزام الشدة. (كتاب المرضى، باب فضل من يصرع من الريح،115/10، دار المعرفة، بيروت)

مرقاة المفاتيح:

فيه إيماء إلى جواز ترك الدواء بالصبر على البلاء، والرضا بالقضاء، بل ظاهره أن إدامة الصبر مع المرض أفضل من العافية، لكن بالنسبة إلى بعض الأفراد ممن لا يعطله المرض عما هو بصدده عن نفع المسلمين. : (كتاب الجنائز،باب عيادة المريض وثواب المرض، 1147/3)

تیسری دلیل کا جواب

اس کا جواب خود اسی حدیث سے واضح ہے کہ اس میں اُن اعمال کو شرک قرار دیا ہے، جس سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ یہاں اس "جھاڑ پھونک" اور "داغنے" کی بات ہو رہی ہے جو کہ شرک پر مشتمل ہوں، چنانچہ حدیث میں جادو کا ذکر اس کی واضح دلیل ہے، جیسا کہ پہلی دلیل کے جواب میں تفصیلی طور پر بیان ہو چکا(23)۔

چوتھی دلیل کا جواب

اس دلیل کے دو جوابات دیئے گئے ہیں:

پہلا جواب یہ ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے علاج کو ترک نہیں کیا، بلکہ حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے تو مرض کی دعا مانگی، لہٰذا اس حدیث سے ترکِ تداوی پر استدلال مکمل نہیں ہوتا۔(24)

دوسرا جواب یہ ہے کہ ان کی دعا میں یہ بات بھی شامل ہے، کہ ایسا بخار ہو جو انہیں اللہ تعالیٰ کے راستے میں جانے سے مانع نہ ہو، تو گویا انہوں نے عافیت بھی ساتھ مانگ لی، پہلے بھی ذکر کیا گیا کہ ترکِ علاج کی اس شرط کے ساتھ اجازت ہے کہ جس سے انسانی زندگی کے حقوق کی ادائیگی متاثر نہ ہو، چنانچہ حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ نے بھی ایسا بخار مانگا تھا جو انہیں اللہ تعالیٰ کے راستے میں جانے اور حج عمرہ کی ادائیگی سے نہیں روکتا تھا۔

---

(23)**المستدرك على الصحيحين للحاكم:**

عن جابر بن عبد الله رضي الله عنهما، قال: جاء رجل من الأنصار يقال له عمرو بن حزم، وكان يرقي من الحية، فقال: يا رسول الله إنك نهيت عن الرقى، وأنا أرقي من الحية، قال: «قصها علي» فقصها عليه، فقال: «لا بأس بهذه هذه مواثيق» قال: وجاء خالي من الأنصار وكان يرقي من العقرب، فقال: يا رسول الله إنك نهيت عن الرقى وأنا أرقي من العقرب، قال: «من استطاع أن ينفع أخاه فليفعل» هذا حديث صحيح على شرط مسلم، ولم يخرجاه ".

(24) فأبي لم يترك التداوي بل استجلب المرض لنفسه بدعائه . وكأن مرضه سبب حدته وشراسته وأقره النبي صلى الله عليه وسلم على فعله كما هو الظاهر.(انظر رسالة التدكتور هانی بن عبد الله بعنوان الاذن في اجراءات العمليات الطبية)

پانچویں دلیل کا جواب

جواب نمبر 1: علاج معالجہ سے متعلق اصل حکم وہی ہے جو آپ ﷺ کی احادیث میں بیان ہوا، اور اصول یہ ہے کہ جب کسی چیز کا سنت ہونا ثابت ہو جائے، اور کسی صحابی کا عمل اس کے خلاف ہو تو اس کو اس واقعہ کے ساتھ مخصوص کیا جاتا ہے یا اس میں تاویل کی جاتی ہے، چنانچہ ان حضرات کے اعمال میں درج ذیل تاویلات کی گئی ہیں:

ایک تاویل یہ کی گئی ہے کہ ان کا انکار کرنا اس گمان کے ساتھ تھا کہ اب ان کا مرض لاعلاج ہو چکا ہے، اور اس علاج میں ان کا فائدہ نہیں ہے، اسی لیے انہوں نے علاج کو ترک کیا، اور یہی حکم آج بھی ہے کہ اگر کسی کو یقین ہو جائے کہ اس کا مرض لاعلاج ہے، تو اس صورت میں وہ علاج چھوڑ سکتا ہے۔[25]

جواب نمبر 2: دوسرا جواب یہ ہے کہ ان روایات کے الفاظ کو دیکھا جائے، تو اس میں یہ ذکر نہیں ہے کہ انہوں نے علاج نہیں کروایا، بلکہ انہوں نے علاج کروانے کا کہنے والوں کو ایک نصیحت کی، جس کا مقصد علاج کی نفی نہیں تھا، بلکہ عقیدہ کی اصلاح تھی کہ اسباب میں مشغول ہو کر اصل مالک کو نہ بھول جانا، اور یاد رکھنا اصل حکم اسی ذات کا ہے، جیسا کہ ان آثار کے الفاظ سے اس کی تائید ہوتی ہے۔[26]

ترکِ اسباب توکل سے متعلق ایک اہم نکتہ

البتہ یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ ترکِ اسباب اور توکل کا آپس میں کیا تعلق ہے؟ کیا اسباب کو ترک کرنا کمالِ توکل ہے؟ چنانچہ اس سلسلہ میں علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے زاد المعاد میں بہت ہی عمدہ نکتہ بیان فرمایا ہے، وہ یہاں نقل کیا جاتا ہے، علامہ ابن قیم تحریر فرماتے ہیں:

---

(25) شرح القسطلاني لصحيح البخاري: (3/ 99)

وأما ما روي عن جماعة من الصحابة والتابعين من ترك التداوي فيحتمل أن يكون المريض قد كوشف بأنه لا يبرأ وعليه يحمل ترك الصديق التداوي أو يكون مشغولاً بخوف العاقبة، وعليه يحمل ما روي أن أبا الدرداء قيل له: ما تشتكي؟ فقال: ذنوبي. فقيل له: ألا ندعو لك طبيبًا؟ قال: الطبيب أمرضني، وقيل غير ذلك.

(26) مجلة مجمع الفقه الإسلامي: (1550/7)

وكذا ما ورد عن بعض السلف في تركه التداوي يعود إلى ظنه أنه وصل إلى مرحلة لا تجدي معها الأدوية، أو لعلمه أن هذا المرض لم يصل فيه الطب بعد إلى دواء ناجح، أو تحمل أقوالهم على أنها قيلت كرد على من اعتقد الشفاء في الأدوية وعلق قلبه بها، وتناسى الشافي الحقيقي وهو الله فجاءت أقوالهم تذكيرًا لأمثال هؤلاء أو قد يكون هذا التارك للتداوي متألما لذنوبه أكثر من تألم بدنه بالمرض.

"وہ احادیث جن میں علاج کا حکم ملتا ہے توکل کے منافی نہیں ہیں، جیسے بھوک ،پیاس، حرارت اور سردی کے موقع پر اضداد سے علاج کرنا، توکل کے منافی نہیں ہے ،بلکہ توحید مکمل ہی اسی وقت ہوتی ہے جبکہ اسباب کو اختیار کیا جائے، کیونکہ اسباب کو ترک کر دینا توکل کے اصلی مفہوم کو ختم کر دیتا ہے ،اس لیے کہ اسباب کا ترک کرنے والا یہ سمجھتا ہے کہ اس کا اسباب کا ترک کر دینا زیادہ توکل ہے، چنانچہ اس کا بھروسہ اصل توکل (اللہ تعالیٰ کی ذات پر خالص بھروسہ) سے ہٹ کر اپنے عمل یعنی اسباب ترک کرنے پر ہو جاتا ہے، لہٰذا بندہ کو نہ ہی اپنے عجز کو توکل بنانا چاہیئے اور نہ ہی اپنے توکل کو عجز کی صورت دینی چاہیئے۔(27)

علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کی بات کا خلاصہ یہ ہے کہ توکل اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ کرنے کا نام ہے، باقی اسباب کو اختیار کرنا یا ترک کر دینا، یا اسباب نہ ہونا، اس کا توکل کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے، بلکہ شرعی اعتبار سے اسباب اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اہلِ یمن جب حج کے لیے آتے، تو کوئی زادِ راہ ساتھ نہیں لاتے تھے اور کہتے کہ ہم توکل کرتے ہیں، چنانچہ جب وہ مکہ آئے تو ضرورت کی وجہ سے لوگوں سے سوال کرنے لگے اس پر اللہ جل شانہٗ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿وَتَزَوَّدُوا فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوَىٰ﴾ البقرة: ١٩٧

"توشہ ساتھ لیکر چلو، کیونکہ بہترین زادِ راہ تقویٰ ہے۔"(28)

شارحِ بخاری علامہ شہاب الدین قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے ذیل میں فرماتے ہیں، یہاں توکل کی نفی مقصود نہیں ہے، کیونکہ توکل اسباب کے اختیار کرتے ہوئے ان پر بھروسہ نہ کرنے کا نام ہے، نہ کہ

---

(27) (زاد المعاد في هدي خير العباد (4/15، ط: مؤسسةالرسالة)

وفي الأحاديث الصحيحة الأمر بالتداوي وأنه لا ينافي التوكل، كما لا ينافيه دفع داء الجوع والعطش، والحر، والبرد بأضدادها، بل لا تتم حقيقة التوحيد إلا بمباشرة الأسباب التي نصبها الله مقتضيات لمسبباتها قدرا وشرعا، وأن تعطيلها يقدح في نفس التوكل، كما يقدح في الأمر والحكمة ويضعفه من حيث يظن معطلها أن تركها أقوى في التوكل، فإن تركها عجزا ينافي التوكل الذي حقيقته اعتماد القلب على الله في حصول ما ينفع العبد في دينه ودنياه، ودفع ما يضره في دينه ودنياه، ولا بد مع هذا الاعتماد من مباشرة الأسباب وإلا كان معطلا للحكمة والشرع فلا يجعل العبد عجزه توكلا ولا توكله عجزا.

(28)صحيح البخاري:

ابن عباس – رضي الله عنهما– قال: كان أهل اليمن يحجون ولا يتزودون، ويقولون: نحن المتوكلون، فإذا قدموا مكة سألوا الناس. فأنزل الله تعالى: {وتزودوا فإن خير الزاد التقوى} رواه ابن عيينة عن عمرو عن عكرمة مرسلا.(98/3)

اسباب کو چھوڑنے کا، اور نہ ہی آنے والے نقصان کا سدباب کرنا توکل کے منافی ہے، بلکہ نقصان کا سدّباب تو واجب ہے۔[29]

علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ الطب النبوی میں لکھتے ہیں:

"توکل اللہ تعالیٰ پر دل کے اعتماد کا نام ہے، اور یہ اسباب کے منافی نہیں ہے، بلکہ اسباب کا اختیار کرنا متوکل کے لیے لازم ہے، کیونکہ ایک معالج اپنی سمجھ کے مطابق علاج کرتا ہے، اور پھر اپنی کامیابی کے لیے اللہ پر توکل کرتا ہے، یہی حال کاشت کار کا ہے کہ وہ بیج بو کر اور کھیتی کر کے اللہ تعالیٰ پر توکل کرتا ہے، چنانچہ یہی تعلیم قرآن پاک میں دی گئی ہے کہ:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا خُذُوا حِذْرَكُمْ﴾ النساء: ۷۱

"اے ایمان والو! (دشمن کے مقابلے کے وقت) اپنے بچاؤ کا سامان ساتھ رکھو"

ایک حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے توکل کا اصول بیان فرمادیا کہ پہلے اونٹ کو باندھو اور پھر توکل کرو، اسی طرح دروازہ بند کرنے کا حکم بھی ارشاد فرمایا، مزید یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہمراہ تین دن تک غارِ حرا میں پناہ لی۔"[30]

اور اس بات کی تائید ایک حدیث سے بھی ہوتی ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

حضرت ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ اُحد کے معرکہ میں ایک انصاری صحابی زخمی ہوگئے، تو ان کے لیے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کے دو معالجین کو بلایا، اور ان کو علاج کرنے کا حکم دیا، تو ان دونوں نے عرض کیا کہ ہم جاہلیت میں علاج کرتے تھے، اب جب اسلام آگیا ہے تو اب توکل کا کیا مطلب ہوا (ہم نے توکل کی وجہ سے علاج چھوڑدیا ہے)، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم دونوں ان کا علاج کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہر بیماری کی دوا بھی پیدا کی

---

(29) شرح القسطلاني لصحيح البخاري:

وليس فيه ذم التوكل لأن ما فعلوه تأكل لأن التوكل قطع النظر عن الأسباب مع تهيئتها لا ترك الأسباب بالكلية فدفع الضرر المتوقع أو الواقع لا ينافي التوكل بل هو واجب كالهرب من الجدار الهاوي وإساغة اللقمة بالماء والتداوي.(98/3)

(30) الطب النبوى للذهبی:

(التوكل اعتماد القلب على الله، وذلك لا ينافي الأسباب ولا التسبب، بل التسبب ملازم للمتوكل، فإن المعالج الحاذق يعمل ما ينبغي ثم يتوكل على الله في نجاحه وكذلك الفلاح يحرث ويبذر ثم يتوكل على الله في نمائه ونزول الغيث. قال الله تعالى: {خُذُوا حِذْرَكُمْ} [النساء: 71] وقال عليه الصلاة والسلام: ((اعقلها وتوكل)) . وقال صلى الله عليه وسلم: ((أغلقوا الأبواب)). وقد اختفى صلى الله عليه وسلم في الغار ثلاثًا، ثم قد تكون العلة مزمنة ودواؤها موهوم قد ينفع وقد لا ينفع.(ص: 222، دار احياء العلوم)

ہے اور اس میں شفا بھی رکھ دی ہے، چنانچہ وہ صحابی ان کے علاج سے ٹھیک ہوگئے، اور ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے پوچھا کہ اے اللہ کے نبی! کیا طب میں خیر ہے؟ تو اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا کہ ہاں!۔

(ابن سنی وابو نعیم اصفہانی فی الطب النبوی وکشف الاستار عن زوائد البزار)۔[31]

خلاصہ یہ ہے کہ اسلام کی عمومی اور خصوصی دونوں قسم کی تعلیمات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ علاج معالجہ توکل کے بالکل بھی منافی نہیں ہے، اور نہ ہی علاج نہ کرنے والے کو علاج کرنے والے پر توکل کے اعتبار سے کوئی افضلیت ثابت ہے۔

اہم نکتہ

یہاں ایک بات بہت اہم اور قابل توجہ ہے کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ جن سے ترک علاج کا افضل ہونا نقل کیا جاتا ہے، ان کے ایک قول کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک یہ افضلیت اس وقت ہے جبکہ مرض سے ہلاکت کا خوف نہ ہو۔[32] اس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر ہلاکت کا خوف ہو تو ان کے نزدیک بھی علاج ضروری ہے۔

علاج معالجہ واجب نہیں

یہاں یہ بات واضح طور پر ثابت ہوگئی ہے کہ علاج کروانا سنتِ نبوی ﷺ ہونے کے ساتھ ساتھ مستحب ہے اور ترکِ علاج سے افضل بھی ہے،[33] البتہ سوال یہ ہے کہ کیا علاج کروانا شرعاً واجب ہے یا مریض کو اختیار ہے کہ وہ علاج کروائے یا نہ کروائے تو بھی کوئی حرج نہیں؟

---

(31)موسوعة الطب النبوي للاصفهاني:

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: أصيب رجل من الأنصار يوم أحد، فدعا له رسول الله صلى الله عليه وسلم طبيبين بالمدينة فقال: عالجاه، فقالا: يا رسول الله إنما كنا نعالج ونحتال في الجاهلية، فلما جاء الإسلام فما هو إلا التوكل، فقال: (عالجاه، فإن الذي أنزل الداء أنزل الدواء ثم جعل فيه شفاء) فعالجاه فبرأ. وفي رواية: قالا: يا رسول الله، وهل في الطب خير؟ فقال نعم.(188/1، دار ابن حزم، بيروت)

(32)الطب النبوى للذهبى:

وسئل أحمد عن الرجل [اشتدت علته فلم] يتداو، أيخاف عليه؟ قال: لا، هذا يذهب مذهب التوكل.()

(33) انظر تبيين الحقائق، بحث الحقنة

اکثر حضرات کے نزدیک علاج معالجہ کروانا شرعاً واجب نہیں ہے، چنانچہ فقہ حنفی کی بعض کتابوں میں یہ مسئلہ موجود ہے کہ دوا اختیار نہ کرنے کی وجہ سے مرنے والا گناہ گار نہیں ہو گا۔[34] ان حضرات کے دلائل درج ذیل ہیں:

دلیل(۱)

ان حضرات کی سب سے اہم دلیل ان صحابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا واقعہ ہے جن کو مرگی کی بیماری تھی، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ان کو مرگی کا دورہ پڑتا تھا، آپ ﷺ نے ان کو اختیار دیا تھا کہ مرض پر صبر کر کے جنت حاصل کر لو یا اس سے صحتیابی کی دعا کروالو، تو انہوں نے صبر کو اختیار فرمایا، لہٰذا اس سے معلوم ہوا کہ اگر علاج کرنا واجب ہوتا تو آپ ﷺ ان کو اختیار نہیں دیتے۔

جواب

لیکن اس حدیث کا جواب ممکن ہے جیسا کہ پہلے بھی دیا گیا ہے، کہ اُس وقت مرگی کی بیماری لاعلاج مرض شمار ہوتی تھی، اور اِس وقت ہم عام بیماریوں کی بات کر رہے ہیں کہ جن کا علاج موجود ہے۔

دلیل(۲)

دوسری دلیل ان حضرات کی وہ حدیث ہے جس میں طاعون زدہ علاقہ سے نکلنے سے منع کیا گیا ہے۔[35] اگر علاج معالجہ اختیار کرنا واجب ہوتا تو آپ ﷺ نکلنے سے منع نہیں فرماتے۔

---

(34) **مجمع الأنهر في شرح ملتقى الأبحر: (525/2)**

(بخلاف من امتنع من التداوي حتى مات) فإنه لا يأثم لأنه لا يقين أن هذا الدواء يشفيه ولعله يصح من غير علاج كما في الاختيار.

كذافي الدر المختار في الحظر والاباحة.

(35) **صحيح البخاري (7/ 130)**

قال: سمعت أسامة بن زيد، يحدث سعدا، عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال: «إذا سمعتم بالطاعون بأرض فلا تدخلوها، وإذا وقع بأرض وأنتم بها فلا تخرجوا منها» فقلت: أنت سمعته يحدث سعدا، ولا ينكره؟ قال: نعم .

جواب:

یہ دلیل اتنی مضبوط نہیں، کیونکہ طاعون زدہ علاقے سے نکلنے سے منع کرنے کی وجہ علاج سے فرار (بھاگنا) نہیں ہے، بلکہ محدثین نے اس ممانعت کی کئی وجوہات بیان کی ہیں، ان میں سے کچھ درج ذیل ہیں:

- اس ممانعت سے مقصد ایک تو عقیدہ کی اصلاح تھی کہ یہ سوچ کر مت بھاگو کہ اگر یہاں سے چلے گئے، تو اس بیماری سے بچ جائیں گے، کیونکہ اصل شفا دینے والی، اور بچانے والی ذات اللہ تعالیٰ کی ہے۔[36] یہی وجہ ہے کہ بعض حضرات نے اس ممانعت کو اس صورت کے ساتھ مخصوص کیا ہے جبکہ مقصود اللہ تعالیٰ کی قضا سے بھاگنا ہو، لیکن اگر علاج کے لیے وہاں سے نکلا جائے، تو اس کو فرار نہیں سمجھا جائے گا۔[37] اور ہو سکتا ہے کہ بعض صحابہ اور تابعین سے وباوالی جگہ سے نکل جانے کا جو جواز منقول ہے اس کی وجہ بھی یہی ہو۔[38]
- اس علاقے سے نکلنے کی ممانعت اس وجہ سے تھی تاکہ وہ بیماری دوسری جگہ بھی منتقل نہ ہو جائے۔[39]

---

(36)معالم السنن: (299/1)

قلت في قوله لا تقدموا عليه إثبات الحذر والنهي عن التعرض للتلف وفي قوله لا تخرجوا فرارا منه إثبات التوكل والتسليم لأمرالله وقضائه فأحد الأمرين تأديب وتعليم والآخر تفويض وتسليم.

وفی شرح البخاری لابن بطال: (326/8)

قال المهلب وغيره: لا يجوز الفرار من الطاعون، ولا يجوز أن يتحيل بالخروج فى تجارة أو شبهها وهو ينوى بذلك الفرار من الطاعون. ويبين هذا المعنى قوله (صلى الله عليه وسلم) : (الأعمال بالنيات) فى النهى عن الفرار من الطاعون كأنه يفر من قدر الله وقضائه وهذا لا سبيل لأحد إليه؛ لأن قدر الله لا يغلب.

وفيه أيضاً: (426/9)

(وإذا وقع بأرض وأنتم بها فلا تخرجوا فرار منه) دليل أنه يجوز الخروج من بلدة الطاعون على غير سبيل الفرار منه إذا اعتقد أن مأصابه لم يكن ليخطئه

(37)فتح الباري لابن حجر: (188/10)

فمن منع نظر إلى صورة الفرار في الجملة ومن أجاز نظر إلى أنه مستثنى من عموم الخروج فرارا لأنه لم يتمحض للفرار وإنما هو لقصد التداوي.

(38) وفيه أيضاً: (188/10)

ونقل عياض وغيره جواز الخروج من الأرض التي يقع بها الطاعون عن جماعة من الصحابة منهم أبو موسى الأشعري والمغيرة بن شعبة ومن التابعين منهم الأسود بن هلال ومسروق.

(39)منار القاري شرح مختصر صحيح البخاري: (225/5)

- ایک توجیہ یہ بھی کی گئی ہے کہ ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ اگر تمام تندرست وبائی علاقے سے چلے گئے، تو بیماروں کی تیمارداری اور تجہیز و تکفین کا خیال کون رکھے گا۔(40)
- چوتھی بات یہ ہے کہ اس حدیث میں ایک مخصوص وبائی بیماری کی بات ہو رہی ہے، جس کا حکم کسی حکمت کی وجہ سے الگ ہو سکتا ہے، جبکہ ہماری گفتگو عام بیماری کے علاج کے بارے میں ہے۔

خلاصہ یہ کہ علاج کے واجب نہ ہونے پر اس حدیث سے استدلال کرنا درست نہیں ہے۔

دلیل(۳)

بخاری میں واقعہ مذکور ہے کہ آپ ﷺ کو مرض الوفات میں گھر والوں نے دوا پلانی چاہی، تو آپ ﷺ نے منع فرمایا، لیکن گھر والوں نے یہ سوچ کر کہ جیسے مریض دوا کو ناپسند کرتا ہے، اسی طرح آپ ﷺ بھی ناپسند فرمارہے ہیں، آپ ﷺ کو دوا پلادی، جس پر نبی کریم ﷺ نے تنبیہ فرمائی۔اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ دوا پینا شرعاً واجب نہیں، ورنہ آپ ﷺ کیوں منع فرماتے۔(41)

وإذا وقع بأرض وأنتم بها فلا تخرجوا فراراً منه " أي فلا تنتقلوا منها إلى غيرها، وذلك لتطويق الوباء وحصره في البلاد التي وقع فيها، ومنع انتشاره وانتقال ميكروبه إلى البلاد الأخرى.

(40) مرقاة المفاتيح: (1133/3)

ويحتمل أنه كره ذلك لما فيه من تضييع المرضى والموتى لو تحول الأصحاء عنهم.

شرح القسطلاني لصحيح البخاري: (433/5)

وإذا وقع بأرض وأنتم بها فلا تخرجوا منها (فرارا) أي لأجل الفرار (منه) أي من الطاعون لأنه إذا خرج الأصحاء وهلك المرضى فلا يبقى من يقوم بأمرهم.

فيض القدير: (286/4)

وقال التوربشتي: إنه تعالى شرع لنا التوقي عن المحذور وقد صح أن المصطفى صلى الله عليه وسلم لما بلغ الحجر منع أصحابه من دخوله وأما نهيه عن الخروج فلأنه إذا خرج الأصحاء ضاعت المرضى من متعهد والموتى من التجهيز والصلاة عليهم.

(41)صحیح البخاری:صفحہ نمبر:

قالت عائشة: لددناه في مرضه فجعل يشير إلينا: أن لا تلدوني» فقلنا كراهية المريض للدواء، فلما أفاق قال: ألم أنهكم أن تلدوني»، قلنا كراهية المريض للدواء، فقال: لا يبقى أحد في البيت إلا لد وأنا أنظر إلا العباس فإنه لم يشهدكم.()

جواب:

اس حدیث سے استدلال مکمل نہیں ہوتا، کیونکہ یہاں اس بات کا امکان ہے کہ آپ ﷺ دوائی پینے سے انکار اس وجہ سے فرمایا ہو کہ وہ دوا آپ کے لیے مناسب نہیں تھی، جیسا کہ حافظ ابن حجرؒ نے ذکر کیا ہے، گویا کہ یہ انکار علاج سے نہیں بلکہ طریقہ علاج سے تھا۔[42]

علاج معالجہ واجب ہے

حنابلہ اور شوافع میں سے بعض حضرات نے علاج معالجہ کو واجب کہا ہے، جیسا کہ علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے فتاویٰ میں ذکر کیا ہے۔[43]

دلیل (۱)

ان حضرات کی پہلی دلیل یہ ہے کہ علاج معالجہ کو چھوڑنا خود کو ہلاکت میں ڈالنے کے مترادف ہے، اور اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا قرآن کی رو سے منع ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

---

(42) فتح الباری: (147/8)

وإنما أنكر التداوي لأنه كان غير ملائم لدائه لأنهم ظنوا أن به ذات الجنب فداووه بما يلائمها ولم يكن به ذلك كما هو ظاهر.

(43) مجموع الفتاوى:

وأما التداوي فليس بواجب عند جماهير الأئمة. وإنما أوجبه طائفة قليلة كما قاله بعض أصحاب الشافعي وأحمد.(269/24)

تحفة المحتاج في شرح المنهاج:

ونقل عياض الإجماع على عدم وجوبه واعترض بأن لنا وجها بوجوبه إذا كان به جرح يخاف منه التلف. (182/3)

حواشي الشرواني على تحفة المحتاج:

وفي الأنوار عن البغوي في باب ضمان الولاة أنه إذا علم الشفاء في المداواة وجبت اهـ ولعل محله الشفاء مما يخاف منه التلف ونحوه لا نحو بطء البرء سم. (183/3)

وانظر ايضا غذاء الالباب للسفاريني الحنبلي

حاشية قليوبي وعميرة:"وقال الإسنوي : يحرم تركه في نحو جرح يظن فيه التلف كالقصد"انتهى.

﴿ وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ ﴾ البقرة: ١٩٥

ترجمہ: اپنے آپ کو خود اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ ڈالو

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا ﴾ النساء: ٢٩

ترجمہ: اور اپنے آپ کو قتل نہ کرو۔ یقین اللہ تم پر بہت مہربان ہے۔

دلیل (٢)

دوسری دلیل سنن ابن ماجہ کی حدیث ہے جس میں اعرابیوں نے آپ ﷺ سے سوال کیا کہ اگر ہم علاج نہ کریں تو اس میں کوئی حرج ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

تداووا عباد الله، فإن الله، سبحانه، لم يضع داء، إلا وضع معه شفاء، إلا الهرم

اللہ کے بندو! دوا کو اختیار کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بڑھاپے کے علاوہ ہر بیماری کا علاج رکھا ہے (ابن ماجہ)[44]

یہاں آپ ﷺ نے علاج کو اختیار کرنے کا حکم فرمایا اور یہ نہیں فرمایا کہ اگر توکل کرو تو زیادہ بہتر ہے اور نہ ہی انہیں علاج نہ کروانے کا اختیار دیا۔

دلیل (٣)

حدیث میں آتا ہے کہ ایک شخص (جسے چوٹ لگنے کی وجہ سے سر میں زخم ہو گیا تھا، اس شخص) کو غسل کی حاجت ہوئی، تو انہوں نے لوگوں سے پوچھا کہ کیا مجھے تیمم کی اجازت ہے، تو لوگوں نے منع کر دیا، چنانچہ ان صاحب نے غسل کر لیا اور اس کی وجہ سے انکا انتقال ہو گیا۔ آپ ﷺ کو اس واقعہ کی خبر دی گئی، تو آپ ﷺ نے فرمایا:

قتلوه قتلهم الله ألا سألوا إذ لم يعلموا فإنما شفاء العي السؤال، إنما كان يكفيه أن يتيمم ويعصر — أو يعصب.

(44 سنن ابن ماجه: (1137/2)

3436 - عن أسامة بن شريك، قال: شهدت الأعراب يسألون النبي صلى الله عليه وسلم: أعلينا حرج في كذا؟ أعلينا حرج في كذا؟ فقال لهم: عباد الله، وضع الله الحرج، إلا من اقترض، من عرض أخيه شيئا، فذاك الذي حرج. فقالوا يا رسول الله: هل علينا جناح أن لا نتداوى؟ قال: تداووا عباد الله، فإن الله، سبحانه، لم يضع داء، إلا وضع معه شفاء، إلا الهرم، قالوا: يا رسول الله ما خير ما أعطي العبد؟ قال: خلق حسن. ورواه ابن حبان باسناد صحيح.

انہوں نے اسے مار ڈالا، اللہ ان کو ہلاک کرے، اگر علم نہیں تھا، تو انہیں سوال کرلینا چاہیے تھا کہ جاہل کی شفا سوال میں ہے۔ اس کے لیے تو تیمم کرنا یا پٹی باندھ لینا کافی تھا۔(45)

اس حدیث میں آپ ﷺ نے اُن لوگوں کے اِس عمل کو قتل قرار دیا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے لیے غسل جائز نہیں تھا، بلکہ پرہیز یعنی تیمم کرنا یا پٹی باندھ کر اس پر مسح کرنا لازم تھا، اور پرہیز بھی علاج کی ایک قسم ہے۔(46)

دلیل(۴)

آپ ﷺ نے طاعون زندہ علاقہ میں جانے سے منع فرمایا اور محدثین نے اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا جائز نہیں، بلکہ ہر ایسے کام سے بچنا ضروری ہے جو ہلاکت کا سبب بن سکتا ہو۔(47)

---

(45)سنن أبي داود،دارمي،ابن ماجه:

عن جابر قال: خرجنا في سفر فأصاب رجلا منا حجر فشجه في رأسه، ثم احتلم فسأل أصحابه فقال: هل تجدون لي رخصة في التيمم؟ فقالوا: ما نجد لك رخصة وأنت تقدر على الماء فاغتسل فمات، فلما قدمنا على النبي صلى الله عليه وسلم أخبر بذلك فقال: قتلوه قتلهم الله ألا سألوا إذ لم يعلموا فإنما شفاء العي السؤال، إنما كان يكفيه أن يتيمم ويعصر – أو يعصب شك موسى – على جرحه خرقة، ثم يمسح عليها ويغسل سائر جسده.

(46)مجلة مجمع الفقه الإسلامي:

وفي رواية أن النبي صلى الله عليه وسلم قال في الرجل الذي سأل الناس وقالوا له: لا بد أن يتوضأ لا بد أن يستعمل الماء فاستعمله فمات، قال: ((قتلوه قاتلهم الله فهلا سألوا إن جهلوا إنما دواء العي السؤال)) ... شدد في أمر هذا الرجل في الوضوء وفي الغسل في حالة تؤدي إلى موته، كل الأصول العامة في الشرع يفهم منها وجوب المحافظة على النفس، ووجوب المحافظة على الأعضاء ولأجل ذلك أوجب الله سبحانه وتعالى أكل الميتة للمضطر، والرخصة قد تصل إلى الوجوب، وهذا يدل على المحافظة على النفس، إذن الأصول العامة كلها تدل على الوجوب إذا كان التداوي مأمون العاقبة، وأيضًا مضمونًا ظنًّا قويًّا، فهنا يجب التداوي بلا شك، ..... (1624/7)

(47)صحيح البخاري (7/ 130)

قال: سمعت أسامة بن زيد، يحدث سعدا، عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال: «إذا سمعتم بالطاعون بأرض فلا تدخلوها، وإذا وقع بأرض وأنتم بها فلا تخرجوا منها» فقلت: أنت سمعته يحدث سعدا، ولا ينكره؟ قال: نعم

شرح أبي داود للعيني: (22/6)

والنهي عن التعرض للتلف.

التيسير شرح الجامع الصغير: (108/1)

(إذا سمعتم بالطاعون بأرض) أي إذا بلغكم وقوعه في بلدة أو محلة (فلا تدخلوا عليه) أي يحرم عليكم ذلك لأن الإقدام عليه جراءة على خطر وإيقاع للنفس في التهلكة والشرع ناه عن ذلك قال تعالى ولا تلقوا بأيديكم إلى التهلكة.

دلیل(٦)

فقہاء نے کئی صورتوں میں دواء کے طور پر حرام چیز استعمال کرنے کی بھی اجازت دی ہے، ان کا یہ اجازت دینا اس بات پر دلالت کر رہا ہے، کہ بعض مواقع پر علاج واجب ہو جاتا ہے، کیونکہ اگر علاج واجب نہ ہوتا، تو حرام کے استعمال کی بھی گنجائش نہیں ہوتی، نیز اس کی تائید اس واقعہ سے بھی ہوتی ہے کہ جس میں آپ صَلَّى ٱللَّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے قبیلہ عرنیین کو اونٹ کے پیشاب پینے کا حکم دیا تھا، چنانچہ بہت سے فقہاء کرامؒ اس میں یہی تاویل کرتے ہیں کہ یہ علاج کی ضرورت کی وجہ سے تھا۔

ترجیح

گزشتہ صفحات میں ذکر کیے گئے تمام نصوص اور دلائل کو اگر مدِّ نظر رکھا جائے، تو انصاف کی بات یہ ہے کہ علاج معالجہ کے افضل اور سنت ہونے میں تو کوئی شک نہیں ہے، اور یہ بات بھی طے ہے کہ علاج کسی بھی درجہ میں توکل کے خلاف نہیں، البتہ علاج کو مطلقاً واجب یا غیر واجب قرار دینا بھی ممکن نہیں، کیونکہ وجوب کے لیے جو دلائل پیش کیے گئے ہیں، وہ صراحتاً اور علی الاطلاق وجوب پر دلالت نہیں کرتے، بلکہ اس کے حکم میں درجِ ذیل تفصیل کرنا مناسب ہے، جیسا کہ مجمع الفقہ الاسلامی کی قرارداد میں کی گئی ہے۔

علاج معالجہ کی وہ صورتیں جن کا حکم طے ہے:

واجب

- علاج معالجہ کی وہ تمام صورتیں جو کہ انسانی جان بچانے کیلئے ہوں، ان کا اختیار کرنا واجب ہے، جیسے زندگی بچانے کے لیے آپریشن کرنا، مثلاً: کسی کو گولی لگ گئی ہے، تو اس گولی کو نکالنے کیلئے، اور اس کے زہر کو ختم کرنے کیلئے فوری طور پر آپریشن کرنا یا ڈینگی کے مریض کے خون میں وائٹ سیلز (White cells) ڈالنا وغیرہ۔
- اسی طرح علاج معالجہ کی وہ تمام اقسام جو کہ کسی انسانی عضو کو بچانے کیلئے ہوں یا انسان کو محتاجگی سے بچانے کیلئے ہوں، ان کا اختیار کرنا بھی واجب ہوگا۔ جیسا کہ فقہ کی کتابوں میں صراحت ہے۔[48]

---

[48] شرح القسطلاني لصحيح البخاري:

وليس فيه ذم التوكل لأن ما فعلوه تأكل، لأن التوكل قطع النظر عن الأسباب مع تهيئتها لا ترك الأسباب بالكلية فدفع الضرر المتوقع أو الواقع لا ينافي التوكل بل هو واجب كالهرب من الجدار الهاوي وإساغة اللقمة بالماء والتداوي۔

تحفة المحتاج في شرح المنهاج وحواشي الشرواني والعبادي (3/ 182)

- اسی طرح وہ تمام وبائی اور متعدی امراض کہ جن کی وجہ سے مریض کے علاوہ کسی اور کے متاثر ہونے کا یا اسے نقصان یا تکلیف پہنچنے کا اندیشہ ہو، تو ایسے مرض کا بھی علاج واجب ہو گا، کیونکہ یہ دفع ضرر میں سے ہے، اور فقہی قواعد کی رو سے دفع ضرر واجب ہے۔
- جس بیماری کی وجہ سے کسی دینی فریضہ کے متاثر ہونے کا اندیشہ ہو، اور مریض کو اس کے علاج پر قدرت بھی ہو، تو اس کا علاج بھی واجب ہے۔(49)
- وہ مرض جس کی وجہ سے کسی کا حق ضائع ہونے کا اندیشہ ہو، تو اس پر واجب ہو گا کہ یا تو علاج کروائے یا ایسا معاملہ کرے، جس کی وجہ سے دوسرے کا حق ضائع نہ ہو، جیسا کہ اگر شوہر نامرد ہو، تو یا تو وہ علاج کروائے یا بیوی کو طلاق دے، تا کہ اس کا حق ضائع نہ ہو۔
- جہاں علاج سے مرض دور ہونے کا اس درجہ یقین ہو، جیسے پانی سے پیاس بجھنے کا یقین ہوتا ہے، یا کھانے سے بھوک مٹنے کا یقین ہوتا ہے، تو اس صورت میں بھی علاج کروانا واجب ہے۔
- "الانعاش" یعنی (Resuscitation) کے لیے جو بھی علاج یا (Treatment) ہو، وہ واجب ہے۔ جیسے CPR، یا دل کی دھڑکن کو واپس لانے کیلئے مختلف آلات و اسباب کا اس وقت تک اختیار کرنا جب تک اس سے مریض کے بچ جانے کی امید ہو۔
- وہ اسباب ہیں جو عام حالات میں بھی انسان کی بنیادی ضروریات میں سے ہیں، جیسے غذا، پانی اور سانس، اگر مریض

ونقل عياض الإجماع على عدم وجوبه واعترض بأن لنا وجها بوجوبه إذا كان به جرح يخاف منه التلف وفارق وجوب نحو إساغة ما غص به بخمر وربط محل الفصد لتيقن نفعه (وفي حاشيته :) " في باب ضمان الولاة من الأنوار عن البغوي أنه إذا علم الشفاء في المداواة وجبت " انتهى.

حاشية قليوبي وعميرة (403/1) : "

وقال الإسنوي : يحرم تركه في نحو جرح يظن فيه التلف كالفصد " انتهى.

حاشية الصاوي على الشرح الصغير:

(و) يجوز (التداوي) وقد يجب وسواء كان التداوي (ظاهرا) في ظاهر الجسد كوضع دواء على جرح (وباطنا) كسفوف وشربة لوجع الباطن ويكون (مما علم نفعه) في علم (الطب) (770/4)

مجلة المجمع:

التداوي : الأصل في حكم التداوي أنه مشروع، لما ورد في شأنه في القرآن الكريم والسنة القولية والفعلية، ولما فيه من "حفظ النفس" الذي هو أحد المقاصد الكلية من التشريع . وتختلف أحكام التداوي باختلاف الأحوال والأشخاص: فيكون واجباً على الشخص إذا كان تركه يفضي إلى تلف نفسه أو أحد أعضائه أو عجزه، أو كان المرض ينتقل ضرره إلى غيره كالأمراض المعدية. (563/3)

(49) حاشية الصاوي على الشرح الصغير:

وكذا إذا قدر على التداوي وجب عليه التداوي، واغتفر له أيامه. (140/1)

کھانے پینے کے قابل نہ رہے یا کسی وجہ سے اسے سانس لینے میں دشواری ہو رہی ہو، تو مصنوعی طریقہ سے اسے غذا، پانی اور آکسیجن دینے کے اسباب اختیار کرنا ضروری ہے، کیونکہ یہ صرف ایک دواء ہی نہیں بلکہ انسان کی بنیادی جسمانی ضروریات میں سے ہے، جن پر زندگی کی بقاء موقوف ہے۔

سنت

جس صورت میں علاج نہ کروانے سے جسم میں ضعف اور کمزوری کا اندیشہ ہو، تو اس صورت میں علاج کروانا بہتر اور سنت ہو گا، جیسا کہ آپ ﷺ کے عمل سے واضح ہے، اسی طرح جس صورت میں علاج سے افاقہ ہونے کا غالب گمان ہو، تو وہ علاج بھی سنت ہو گا۔[50]

جائز

- اگر مرض کی وجہ سے نہ ہی ہلاکت کا خوف ہو، اور نہ ہی بدن کمزور ہونے کا اندیشہ ہو، تو اس صورت میں علاج کرنا اور چھوڑنا دونوں جائز ہوں گے۔
- اسی طرح جہاں علاج سے فائدہ ہونا موہوم ہو، یعنی اس بات کا امکان ہو کہ فائدہ ہو بھی سکتا ہے، اور نہیں بھی ہو سکتا یا دوا موافق بھی ہو سکتی ہے اور نہیں بھی ہو سکتی، تو ایسی صورت میں بھی علاج کا چھوڑنا اور کرنا دونوں جائز ہیں۔[51]

---

(50)**الفتاوى الهندية: (355/5)**

اعلم بأن الأسباب المزيلة للضرر تنقسم إلى مقطوع به كالماء المزيل لضرر العطش والخبز المزيل لضرر الجوع وإلى مظنون كالفصد والحجامة وشرب المسهل وسائر أبواب الطب أعني معالجة البرودة بالحرارة ومعالجة الحرارة بالبرودة وهي الأسباب الظاهرة في الطب وإلى موهوم كالكي والرقية أما المقطوع به فليس تركه من التوكل بل تركه حرام عند خوف الموت وأما الموهوم فشرط التوكل تركه إذ به وصف رسول الله – صلى الله عليه وسلم وآله – المتوكلين وأما الدرجة المتوسطة وهي المظنونة كالمداواة بالأسباب الظاهرة عند الأطباء ففعله ليس مناقضا للتوكل بخلاف الموهوم وتركه ليس محظورا بخلاف المقطوع به بل قد يكون أفضل من فعله في بعض الأحوال وفي حق بعض الأشخاص فهو على درجة بين الدرجتين كذا في الفصول العمادية في الفصل الرابع والثلاثين.

(51)**شرح صحيح البخارى لابن بطال:**

وقالوا: الحجامة وشرب العسل والكى إنما هو شفاء لبعض الأمراض دون بعض، ألا ترى قوله عليه السلام: (أو لذعة بنار توافق الداء) فشرط موافقتها للداء فدل هذا أنها إذا لم توافق الداء فلا دواء فيها. (396/9)

فتح الباري لابن حجر:

قوله توافق الداء فيه إشارة إلى أن الكي إنما يشرع منه ما يتعين طريقا إلى إزالة ذلك الداء وأنه لا ينبغي التجربة لذلك ولا استعماله إلا بعد التحقق (141/10)

ان تمام صورتوں میں علاج چھوڑنے کو ترکِ سنت نہیں کہا جائے گا، کیونکہ یہاں علاج کا ترک کرنا دینی تعلیمات کی روشنی میں ہی ہے۔

مکروہ:

اگر کسی مہلک یا غیر مہلک مرض کے علاج کے لیے extreme level پر جا کر کسی ایسے طریقۂ علاج کو اختیار کرنا پڑے کہ جس میں از خود شدید تکلیف یا اذیت ہو یا کسی عضو یا منفعت کے فوت ہونے کا غالب گمان ہو، تو ایسے علاج کے کرنے یا نہ کرنے میں مریض کو اختیار ہے، جیسا کہ آپ ﷺ نے داغنے کو علاج بھی بتایا اور اسے اختیار بھی کیا اور منع بھی کیا، کیونکہ اس میں اصل بیماری کی تکلیف کے علاوہ بھی مزید تکلیف ہے۔[52] چنانچہ بعض علماء کے نزدیک ایسے علاج کو ترک کرنا بہتر ہے، اور ان کے نزدیک یہ مکروہ علاج میں شامل ہے، انہوں سے اس پر ان احادیث سے استدلال کیا ہے جن میں داغنے سے ممانعت کی گئی ہے۔[53]

علاج کی ایسی صورتیں جن کا حکم معالج اور مفتی کی رائے پر موقوف ہے

بہت ساری صورتیں علاج کی ایسی بھی ہیں، جن کے حکم کے بارے میں مفتیان کرام اور معالجین کی رائے مختلف ہو سکتی ہے، کچھ حضرات کی رائے میں ہو سکتا ہے کہ وہ علاج واجب ہو اور کچھ کی رائے میں واجب نہ ہو۔

---

(52)**كشف المشكل من حديث الصحيحين:**

وإنما نهى عن الكي لمشقته.(394/2)

شرح لصحيح البخاري:

(وما أحب أن أكتوي) لشدة ألمه وعظم خطره. (370/8)

(53)**شرح القسطلاني للبخاري:**

(توافق الداء) فتزيله فلا يشرع المكي عند ظن ذلك لما فيه من الخطر. (363/8)

مجلة المجمع: (563/3)

ويكون مندوباً إذا كان تركه يؤدي إلى ضعف البدن ولا يترتب عليه ما سبق في الحالة الأولى ويكون مباحاً إذا لم يندرج في الحالتين السابقتين .ويكون مكروهاً إذا كان بفعلٍ يخاف منه حدوث مضاعفات أشد من العلة المراد إزالتها.

اسی طرح اگر کوئی ایسی صورت پیش آگئی کہ اس کے بارے میں یہ فیصلہ کرنا مشکل ہو رہا ہو کہ اوپر جو صورتیں ذکر کی گئی ہیں یہ ان میں سے کس میں داخل ہے؟ تو ایسی صورت میں اس کا فیصلہ بھی مریض، معالج اور مفتیان کرام کی رائے اور مشورہ پر موقوف ہو گا۔

لاعلاج یا مہلک مریض کا علاج چھوڑنا

اب تک بیان کیے گئے احکامات عام علاج معالجہ سے متعلق ہیں، جہاں تک مہلک امراض میں مبتلا مریضوں کے علاج چھوڑنے کا تعلق ہے، تو اس میں درجِ ذیل تفصیل ہے:

- اگر علاج چھوڑنا اللہ کی رحمت سے مایوسی یا ناامیدی کی وجہ سے ہو تو جائز نہیں۔
- اگر لاعلاج یا مہلک مرض کے علاج سے مرض میں بہتری یا تکلیف میں کمی کا یقین یا ظن غالب ہو، تو پھر علاج کرنا مستحب ہے، جیسے گردے کے مریض کیلئے ڈائیلاسز کروانا یا وہ مریض جسے بار بار خون تبدیل کروانے کی ضرورت پڑتی ہو، اس کا خون تبدیل کروانا یا جس مریض کی شوگر اتنی بڑھ گئی ہو کہ اس کے لیے انسولین لینا لازمی ہو چکا ہو کہ اگر وہ انسولین نہیں لے گا، تو اس کی جان کو خطرہ ہو جائے گا۔
- اگر مہلک مرض کے علاج سے شفا کے حصول یا مرض میں بہتری یا تکلیف میں کمی کا یقین یا ظن غالب نہ ہو، تو صبر کو اختیار کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے اجر و ثواب کی امید کے ساتھ علاج چھوڑنا درست ہے۔

اس کی وجہ قصہ امرۃ سوداء ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ صحابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ایسی بیماری میں مبتلا تھیں، جس کا بظاہر اس وقت علاج موجود نہیں تھا، تو آپ ﷺ نے ان کو اس پر صبر کرنے اور جنت پانے کی ترغیب بیان فرمائی، حالانکہ آپ ﷺ کی عادت شریفہ یہی تھی کہ آپ اسباب کے طور پر علاج کو اختیار کرنے کا ہی حکم فرماتے تھے، لیکن چونکہ اس مرض کا علاج نہیں تھا اس لیے یہاں دُعا کی بات ارشاد فرمائی، بہر حال جہاں ظاہری اسباب میں شفاء کا حصول غیر یقینی ہو، تو ایسی صورت میں علاج کو ترک کرنا جائز ہو گا۔[54]

- اگر کوئی مریض ventilator پر چلا گیا ہو، یا اس درجہ کا بیمار ہو چکا ہو کہ اب اسکی زندگی برقرار رکھنے کے لیے مصنوعی اسباب اختیار کیے جائیں گے، جن کے اختیار کرنے سے مریض کے زندہ رہنے کا احتمال ہے یا recovery کی

---

(54) احکام الامراض المھلکۃ لکنعان)

لا يجوز ترك العلاج إذا كان ذلك يأساً وقنوطاً من رحمة الله تعالى ، أو تبرماً وتذمراً من قضائه وقدره ، لقوله تعالى : ((إِنَّهُ لا يَيْأَسُ مِنْ رَوْحِ اللهِ إلا القَوْمُ الكافِرونَ))، أما ترك التداوي صبراً أو احتساباً فهو جائز ، ولكن بشرط أن لا يكون مفضياً لهلاك محقق ، مع غلبة الظن بتحقق الشفاء بالتداوي، لأن في هذا شبهة قتل النفس بتعريضها للتهلكة.

امید ہے تو ایسے اسباب کا اختیار کرنا بھی جائز ہے اور ترک کرنا بھی جائز ہے۔[55]

اس صورت میں ایک دوسری رائے بھی موجود ہے جس کے مطابق یہ اسباب زندگی بچانے کے قبیل سے ہیں لہذا ان اسباب کا اختیار کرنا درحقیقت (Resuscitation) انسانی جان کی حفاظت کی قبیل سے ہے اور انسانی جان کا بچانا واجب ہے اس لیے جب تک موت نہ آجائے ان اسباب کا اختیار کرنا واجب اور ضروری ہے اور ان اسباب کا ترک کرنا زندگی ختم کرنے کا سبب اختیار کرنے کے مترادف ہے۔

تکلیف سے بچنے کیلیے علاج چھوڑنا

- بعض مرتبہ مہلک بیماریوں کی صورت میں مریض کو ایسے علاج یا treatment سے گزرنا پڑتا ہے جو کہ مریض کیلئے تکلیف اور اذیت کا باعث ہوتی ہیں، بعض مریضوں کیلئے ایسی صورت میں ہسپتال میں وقت گزارنا بھی مشکل ہوتا ہے، ان کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ یہ آخری وقت اپنے گھر میں گزاریں، تو ایسی صورت میں معالج ان کی خواہش پر عمل کرتے ہوئے ان کو رخصت دے سکتا ہے، اور ایسی صورت میں معالج یا مریض گناہ گار نہیں ہونگے، بلکہ مریض اگر اس تکلیف پر اللہ سے اجر کا طالب ہو تو اسے اس کی نیت کے مطابق ثواب بھی ملے گا۔

([55]) فتاویٰ عثمانی (223/4)